خیابان خزاں ۲۰۲۳ء

قمر علی عباسی کے سفر نامہ "ایک بار چلو وینس" میں تاریخی شعور

حضرت ابو بکر، پی ایچ ڈی سکالر، شعبۂ اُردو، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

ڈاکٹر محمد عباس، پروفیسر، شعبۂ اُردو، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

ABSTRACT

Qamar Ali Abbasi [B:1938]is a famous Urdu author, columnist, dramatist, novelist broadcaster and travelogue writer. His travel writing is read by wider circle of readers due to its accessibility in style and richness in thoughts and analysis. This article is an analysis based on historicism theory of his Italy travel depiction "Aik Baar Chalo Venus" [Lets once visit Venus].

Since historic sense is an awareness that results in bilateral relationship between a human and the incidents around him and is cognitive understanding and recognition of past events, periods, and the significance of history in shaping the present and the future. This article analyzes Abbasi point of view and its impact over treatment of facts and resulting style of writing. The results shows that his through knowledge of history resulted in idiosyncratic vision informed with the Eastern traditions and identifying events and persons with sheer duality of otherness. At same time this identification seems almost in all incidents as antithesis of tolerance, acceptance, and respect for diversity.

Key Words: Urdu Travelogue, Italy in Urdu Travel Writing; Historicism in Urdu

دانشمندوں کا قول ہے۔" سفر وسیلۂ ظفر ہے۔" سفر انسانی فطرت میں شامل ہے۔ زندگی خود ایک سفر ہے اور انسان ایک مسافر۔ مختلف اوقات میں انسان نے زندگی کے ہر موڑ پر سفر کیا ہے چاہے وہ معاش کے لیے ہو یا سیر و تفریح کے لیے۔

سفر نامہ:

سفر اور نامہ عربی اور فارسی زبان دونوں کے ملاپ سے بنا ہے۔ اس میں سفر نامہ نگار ان تجربات و مشاہدات، خارجی حقائق اور باطنی احساسات کو پیش کرتا ہے جو انسان کے ارد گرد موجود ہوں۔ یہ وہ صنفِ ادب ہے جو صرف سفر کے

خوشگوار و ناخوشگوار واقعات تک محدود نہیں بلکہ اس میں جغرافیائی معلومات، تاریخ، تہذیب و تمدن، عمارات، سیاست وغیرہ کے حوالے سے یہ قارئین کی دلچسپی کے لیے نہایت اہم معلومات پر مبنی دستاویز ہوتا ہے۔ اچھے اور کامیاب سفر نامہ کے حوالے سے ڈاکٹر سید عبد اللہ کی رائے ہے:

" ایک کامیاب سفر نامہ وہ ہوتا ہے جو صرف ساکت و جامد فطرت کا عکاس نہ ہو بلکہ لمحۂ رواں میں آنکھ، کان، زبان اور احساس سے ٹکرانے والی ہر شے نظر میں سما جانے والی ہو، تماشۂ نغمہ و نکہت کا ہر صوت و رنگ، لفظوں کی امیجری میں جمع ہو کر بیان کو مرقعِ بہاراں بنادے اور قاری ان تمثالوں کے اندر جذب ہو کر خود کو اس مرکب آئینہ گری کا حصّہ بنالے۔" ۱

سفر نامہ محض تاریخی اور معلومات کا بے رنگ بیانیہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے زبان و بیاں میں ادبی چاشنی اور افسانوی رنگ ضرور ہونا چاہیے تا کہ قاری کی دلچسپی بر قرار رہے۔ مذکورہ خصوصیات کے بغیر سفر نامہ گائیڈ بک اور تاریخی کتاب بن جائے گا۔ ناول اور ڈرامے میں جس طرح کردار اور مناظر تبدیل ہوتے رہتے ہیں بالکل اسی طرح سفر نامے میں کردار کی اس حرکت کی وجہ سے قاری بوریت اور عدم دلچسپی کا شکار نہیں ہوتا۔ اچھے سفر نامے میں ڈرامے اور ناول کی سی ہمہ رنگی ضرور ہونی چاہیے تا کہ سفر نامے کی خشکی اور بوریت بھی محسوس نہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا ادبی اور اصلی رنگ بھی بر قرار رہے۔ اس بارے میں ظہیر صدیقی کے مطابق:

" اچھا سفر نامہ وہ ہے جس میں داستان کی سی داستان طرازی، ناول کی سی ناول سازی، ڈرامہ کی سی منظر کشی، کچھ آپ بیتی کا سا مزا، کچھ جگ بیتی کا سا لطف اور پھر سفر کرنے والا جزو تماشا ہو کر اپنے تاثرات کو اس طرح پیش کرے کہ اس کی تحریر پُر لطف بھی ہو اور معلومات افزا بھی۔" ۲

سفر نامہ ایک ایسی غیر افسانوی اور بیانیہ صنفِ ادب ہے جس میں سفر نامہ نگار اپنے جذبات واحساسات اور خیالات مشاہدات کا فنکارانہ اظہار کرتا ہے۔ قمر علی عباسی کا مقام اردو سفر نامے کا معتبر نام ہے۔ انھیں سب سے زیادہ سفر نامے تحریر کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ ان کے سفر نامے تاریخ نگاری، کردار نگاری اور جزئیات نگاری جیسی

خصوصیات سے مزین ہیں۔اس کے علاوہ ان کے سفر ناموں میں تاریخی و سماجی شعور کے ساتھ ساتھ طنز و مزاح کی حلاوت بھی پائی جاتی ہے۔

قمر علی عباسی بہ یک وقت افسانہ نگار،کالم نگار،ڈرامہ نگار،ناول نگار اور سفر نامہ نگار ہیں۔وہ ہندوستان کے مشہور علاقے امروہہ کے ضلع مراد آباد میں ۱۳ جون ۱۹۳۸ کو پیدا ہوئے۔امروہہ علم و ادب کے لحاظ سے کافی زرخیز اور مردم خیز علاقہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ قمر علی عباسی کو بچپن ہی سے لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔علمی خاندان کی بدولت انھیں تعلیمی ماحول میسر رہا جس کے سبب وہ مختلف رسالوں،کتابوں اور اخباروں کا مطالعہ کرتے رہے۔زمانۂ طالب علمی میں انھوں نے چند افسانے اور بچوں کے لیے مختصر کہانیاں تحریر کیں۔کالج کے دنوں میں مختلف مشاعروں اور ادبی سرگرمیوں کا حصہ بھی رہے۔انھوں نے بچوں کے ادب اور سفر ناموں میں اپنا بھرپور لوہا منوایا جس کی وجہ سے انھیں کئی ملکی و ادبی ایوارڈز سے نوازا گیا۔

قمر علی عباسی کے اب تک ۳۱ سفر نامے منظرِ عام پر آچکے ہیں۔انھیں سفر نامہ کے فن پر عبور حاصل ہے۔ان کے سفر نامے کردار نگاری اور جزئیات نگاری میں الگ مقام رکھتے ہیں۔انھوں نے جدید سفر نامہ نگاروں میں ایک منفرد مقام پیدا کیا ہے۔زبان و بیاں اور اسلوبِ نگارش کے اچھوتے انداز کی بنا پر ان کے سفر نامے ایک جیتی جاگتی متحرک زندگی کا آئینہ ہوتے ہیں۔ان کے جملے مختصر مگر چست ہوتے ہیں۔ان کے سفر ناموں میں تاریخی و جغرافیائی معلومات اور سماجی اقدار بکثرت پائی جاتی ہیں۔

تاریخی شعور:

تاریخ کا لفظ یونانی زبان کے لفظ (Historia) سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں تحقیق یا مطالعہ۔انگریزی میں تاریخ کو (History) کہتے ہیں۔"شعور" انسان اور اس کے اردگرد پائے جانے والے واقعات کے درمیان باہمی ربط کا نام ہے۔شعور اصل میں عقل کی ایک ایسی کیفیت کو کہتے ہیں جس میں دانائی اور فہم کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔تاریخ ہی کی وجہ سے انسان ماضی کے اہم واقعات سے باخبر رہتا ہے۔تاریخی شعور انفرادی یا اجتماعی سطح پر ماضی کا رشتہ حال اور مستقبل سے جوڑا رکھتا ہے۔

تاریخی شعور کی وجہ سے ہم اپنے بزرگوں ،اسلاف، آباواجداد کی کامیابیوں اور کوتاہیوں سے باخبر رہتے ہیں۔ تاریخ کی وجہ سے گزشتہ اقوام کے عروج وزوال کے حالات وواقعات معلوم ہوتے ہیں۔ جو غلطیاں اور کوتاہیاں گزشتہ اقوام نے کی ہیں، ان سے آئندہ نسل اپنا پہلو بچاتی ہے اور ان کی خوبیوں کو اپنانے کی کوشش کرتی ہے۔ تاریخ کے مطالعے سے عقل مندی اور دانائی حاصل ہوتی ہے اور دل ودماغ میں نت نئے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ انہی کی وجہ سے ہمیں آئندہ کے لیے کچھ کرنے میں مدد ملتی ہے۔ تاریخ انسان کے ذہنی ارتقائی مراحل میں اس کے کارناموں کے مطالعے اور تحقیق کا نام ہے۔

تاریخ تمام علوم وفنون کا آئینہ ہوتی ہے جو بزرگانِ دین واسلاف کے حالات، انبیاء کرامؑ اور صحابہ کرامؓ کی سیرتوں، واقعات، حکمرانوں، بادشاہوں اور وزیروں کے رہن سہن اور ان سب معلومات کا سرچشمہ ہوتی ہے۔

ابتدا میں تاریخ نگاری صرف عظیم بادشاہوں، وزیروں اور عظیم ہستیوں کے داستانوں کا نام تھی لیکن رفتہ رفتہ سائنس کی شمولیت کی وجہ سے یہ بات غلط قرار پائی کہ تاریخ صرف چند ہستیوں کے کارناموں تک محدود رہے بلکہ سماج میں ہونے والے واقعات اور مختلف طبقات کا ذکر بھی اس میں ضروری ہے۔ تاریخ میں حقیقت نگاری کا عنصر بہت اہم ہے۔ تاریخ کی کئی کتابوں میں فرضی حالات وواقعات کے ذکر کی وجہ سے اس کا اصلی چہرہ مسخ کرکے دروغ گوئی کے سبب پورے سماج میں غلط بیانی اور جھوٹ پھیلا گیا جو کہ آئندہ نسلوں کی اخلاقی گراوٹ کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ تاریخی شعور کے حوالے سے یہ اقتباس پیش ہے:

> " تاریخ ہمیں انسانی جذبات کے اتار چڑھاؤ اور عروج وزوال سے آگاہ کرتی ہے۔ تاریخ ایک آئینہ کی مانند ہے جس میں ہم انسانی تہذیب کے ارتقا کی تصویر دیکھتے ہیں۔ سائنسی ترقی اسی کا نام ہے کہ جب ہم ماضی میں ہونے والی تمام خوبیوں سے آگاہ ہوئے تو ہم نے ماضی کی خامیوں کو نظر انداز کیا یا اُن کو بہتر بنانے کی کوشش کی۔ یہی بات ہماری کامیابی اور ترقی کا باعث بنی۔ تاریخ انسانی تجربوں کی کہانی ہے، وہ لوگ جو مختلف ادوار میں مختلف مقامات پر

رہتے تھے ،اُن کی زندگی جن مختلف اجتماعی حالات و حادثات سے گزری،اُس کی داستان ہے۔تاریخ تحقیق بننے سے پہلے داستان تھی اور اس کے بہت سے کردار افسانوی اور واقعات فرضی ہوتے تھے لیکن اب تاریخ تحقیق بن چکی ہے۔ایک بہترین مورخ وہی ہوتا ہے جو اپنے مشاہدہ اور واقعات کو ترتیب دے کر زندگی کی مکمل اور جیتی جاگتی تصویر پیش کردے۔" ۳

موجودہ نسل کی بہترین رہنمائی کے لیے تاریخی شعور دینا اس لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اسلاف اور آباؤاجداد کی تاریخ سے لاعلم رہ کر آنے والی نسلوں کو گمراہ کرے گی۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی بہترین رہنمائی کے لیے پرانی اقوام کے واقعات بیان کیے ہیں تاکہ آنے والی اقوام وہ غلطی نہ دہرائیں اور راہِ راست پر چلیں۔یہاں قمر علی عباسی کے سفر نامہ" ایک بار چلو وینس" میں تاریخی شعور پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

" ایک بار چلو وینس" قمر علی عباسی کے اٹلی سے متعلق سفری حالات ہیں۔اس میں انھوں نے اٹلی کے تاریخی مقامات،سینٹ مارک کے گرجاگر،نیرو کے مقبرے،گرے گورین یونیورسٹی،مائیکل اینجیلو،ویٹی کن سٹی وغیرہ کے حالات قلم بند کیے ہیں۔چھوٹے چھوٹے ابواب میں وینس ۶ کلومیٹر،آہو کے پل پر بارش کے آنسو،وینس یورپ کا ڈرائنگ روم ہے،کھڑکی کھول دو وینس کی قسم،ڈپی کا نازک ہاتھ ہمارے ہاتھ میں،رنگ،خوشبو،دھنک اور بارش،چھ ہزار کی گڑیا پندرہ ہزار میں،نیرو کا مقبرہ دائیں طرف سے گزر گیا،ٹریوی چشمے پر تین خواہشیں،حنا کی چھتری میں ہم،اٹلی میں جیالولوبر جینڈا نہیں ملی،ہم روم میں گم ہوگئے،اسپینش سیڑھیوں پر لڑکیاں،موت کی وادی میں کچھ دیر،افسوس کسی نے ہمیں نہیں چھیڑا،روم کا نام چرچ بھی ہوسکتا ہے،ایک سرد شام ٹے ولی کے نام،این کے ساتھ زندگی کا پہلا ڈانس،پیساٹاور دیکھ کر سیاح حیران ہوتے ہیں،اور چور لوٹ لیتے ہیں،برستی بارش،رات اور حنا،لیدر فیکٹری کا معائنہ،مونالیزا کے شہر میں،پھولوں سے بھرے فلورنس میں ایک شام،بارش میں جدائی،ہم مارکوپولو ہیں وینس میں رہتے ہیں،شامل ہیں۔

یہ سفرنامہ پہلی بار دسمبر ۱۹۹۵ء میں فضلی سنز(پرائیویٹ)لمیٹڈ کراچی نے شائع کیا۔یہ سفر سیاحت کے تحت ہوا ہے۔قمر علی عباسی نے مذکورہ سفر کی منصوبہ بندی کرتے وقت جس طنز اور بہانوں کا سہارا لیا ہے،وہ پیش ہے:

" ہم نے جب قصداً اٹلی کہا تو مصاحب اور صلاح کا نہ ہونے کی وجہ سے خود ہی سفر کی وجوہات جمع کیں۔

۱۔ ہم ہر چیز میں لفظ مافیا سنتے ہیں۔ یہ اٹلی کی پیداوار ہے۔ وہاں جا کر اس کی حقیقت معلوم کریں گے۔

۲۔ ٹیلی وژن کے اداکار شکیل نے اپنے انٹرویو میں پسندیدہ جگہ وینس بیان کی تھی لیکن وہاں گئے نہیں اس لیے ہمیں جانا چاہیے۔

۳۔ نوجوانی میں جینا لولو بر جیڈا ہماری پسندیدہ فنکارہ تھی۔ وہ حیات ہیں، اٹلی میں قیام وطعام کرتی ہیں۔ ان کی دید کے لیے وہاں جانا چاہیے۔

۴۔ روم ایک دن میں نہیں بنا۔ اس کی تحقیق کرنی ضروری ہے۔

۵۔ نیرو اس وقت بانسری بجا رہا تھا۔ سابق بانسری اور جلا ہوا روم دیکھنا ہے۔ جب روم جل رہا تھا۔

٦۔ سنا ہے روم میں تو وہی کرو جو رومی کرتے ہیں۔ سوچا کیا خبر مزے کرتے ہوں۔ اسی بہانے ہم بھی کر لیں۔

۷۔ کراچی سے لندن تک آمدورفت قیام وطعام کا بندوبست یار عزیز خالد عزیز کر رہے تھے۔ لندن سے وینس تک کا ذمہ انور آجانی نے لیا تھا۔

۸۔ ہم اتنے بڑے ہو گئے۔ افسوس اٹلی نہیں گئے۔

اٹلی جانے کے لیے ہمارے پاس معقول سے زیادہ بہانے تھے لہٰذا اس طرف نکل لیے۔ ہم جو پہنتے ہیں وہ آپ کو نہیں پہنا سکتے، جو کھاتے ہیں وہ کھلا نہیں سکتے لیکن جو سنتے دیکھتے ہیں وہ آپ کو ضرور پہنچا سکتے ہیں اس لیے اٹلی کا سفر نامہ پیش خدمت ہے۔" ۴

قمر علی عباسی کا یہ سفر نامہ ان کی اٹلی سے والہانہ محبت کو ظاہر کرتا ہے۔ اٹلی جانے کے لیے انھوں نے مختلف بہانے بنائے تھے اور یہ بہانے ان کے کام آ گئے۔ اٹلی روم کا ایک تاریخی شہر ہے اور یقیناً ہر کسی کی خواہش ہوتی ہے کہ روم کا سفر کر سکے لیکن ضروری نہیں کہ ہر کسی کی خواہش پوری ہو۔ بہر حال سفر نامہ نگار کی یہ خواہش پوری ہوئی اور ایک

مربوط سفر نامہ قارئین کے سامنے پیش کر دیا۔ جب انھوں نے اٹلی میں قدم رکھا تو تاریخ کے پیچھے ان کی نظریں دوڑتی رہیں۔ اٹلی تاریخی لحاظ سے کافی اہمیت کا حامل شہر ہے۔ یہ شہر قدیم عمارتوں اور آثارِ قدیمہ کا مرکز رہا ہے اور روم والوں کو یہ فوقیت بھی حاصل ہے کہ انھوں نے ان آثار اور قدیم عمارتوں کو نقصان پہنچنے سے نہ صرف محفوظ رکھا ہے بلکہ اٹلی کو ایک تاریخی شہر بھی بنایا ہے۔ سفر نامے میں قمر علی عباسی کے ساتھ ہر جگہ مقامی لوگ یا ٹور گائیڈ ضرور ہوتا ہے جس سے وہ معلومات اکھٹی کر کے سفر نامہ میں شامل کر دیتے ہیں۔ سینٹ مارک گرجے کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ ۸۲۸ء میں سکندریہ مصر کی باقیات وینس لائی گئیں اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک عظیم الشان گرجا تعمیر کر کے ان باقیات کو محفوظ کر لیا جائے۔ اس گرجے کی تعمیر کے بعد اس کے اوپر گنبد کے ساتھ مینار بھی بنایا گیا تاکہ مصر کی یاد باقی رہے۔ سفر نامہ نگار نے جہاں ضروری سمجھا وہاں تاریخی حوالے بھی دیئے۔ مائیکل اینجیلو جیسی بڑی شخصیت کے حوالے سے قمر علی عباسی کا یہ اقتباس دیکھیے:

> " اٹلی کا پیار کا نام مائیکل اینجیلو ہے یا مائیکل اینجیلو کو اٹلی کہا جاتا ہے۔ اس نے اٹلی کو وہ حسن و جمال اور کمال دیا کہ دنیا بھر کے سیاح کھنچے چلے آتے ہیں۔ یہ عظیم فنکار فلورنس کے قریب ایک قصبے میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ لوڈوویکو رئیس تھا۔ اینجیلو کو دودھ پلانے کے لیے جس عورت کے حوالے کیا گیا اس کا شوہر سنگِ مرمر کاٹا کرتا تھا۔ اینجیلو اکثر کہتا کہ اس عورت کے دودھ سے فنونِ لطیفہ کی محبت میری رگ رگ میں بس گئی ہے ۔۔۔۔ جب مائیکل تیرہ سال کا ہوا تو اسے سنگِ تراشی کی اجازت دے دی گئی اور سترہ سال کی عمر میں محبت کے دیوتا کیوپڑ کا مجسمہ اس کمال کا بنایا کہ ایک بد دیانت دکاندار نے زمانہ قدیم کے شاہکار کے طور پر فروخت کر دیا۔ اس زمانے میں غیر معمولی صلاحیتوں کے لوگ جلد اعلیٰ مقام پاتے تھے۔ مائیکل اینجیلو تیس سال کی عمر میں اٹلی کا ایک عظیم مجسمہ ساز مان لیا گیا۔ " ۵

قمر علی عباسی چونکہ ادیب ہیں اس لیے جہاں وہ دیگر جگہوں کی تاریخ پر نظر رکھتے ہیں وہاں بڑی بڑی شخصیات کے کارناموں پر بھی قلم اٹھاتے ہیں۔ انھوں نے مائیکل اینجیلو کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ اپنے وقت کا بہترین سنگِ تراش تھا۔ انھوں نے کم عمری میں ہی بڑا نام کمایا حتٰی کہ پوپ جولیس دوئم بھی اس کا قدر دان تھا۔ پوپ جولیس غیر فانی بننا چاہتا تھا لہٰذا مائیکل کو اپنی یادگار بنانے کا کام سونپا۔ جب مائیکل نے گرجے کی چھت پر پوپ جولیس کی تصویریں بنانا شروع کیں تو پوپ ہر کام میں مداخلت کرتا جس کی وجہ سے مائیکل خفا ہو کر فلورنس چلا گیا۔ پوپ کے دوبارہ لانے پر وعدہ کیا کہ آئندہ مداخلت نہیں ہو گی جس پر مائیکل نے کام مکمل کر دیا۔ اینجیلو نے اس کے علاوہ اور بھی بہت کارنامے سرانجام دیئے جن میں سینٹ پیٹر گرجا میں دیکھنے کے لیے سینکڑوں تصویریں اور مجسمے شامل ہیں۔

قمر علی عباسی ہوٹل ویانا سے جا رہے تھے تو بس ایک پارکنگ لاٹ میں داخل ہو گئی۔ جہاں وہ اسازی نامی چھوٹے سے گاؤں میں پہنچ گئے جو پہاڑی پر واقع ہے۔ یہ گاؤں ۱۰ ویں صدی عیسوی میں آباد ہوا۔ اس کی وجۂ شہرت سینٹ فرانسیسکو ہے جو ۱۲۳۸ء سے اس گاؤں کی سرزمین میں محوِ خواب ہے۔ یہاں کے لوگ عقیدتاً سر جھکاتے ہیں۔ سفر نامہ نگار اپنی تعلیمی پیاس بجھانے کے لیے تعلیمی درسگاہوں کی تاریخ سے بھی پردہ اٹھاتے ہیں۔ گرے گورین یونیورسٹی کے حوالے سے ایک مثال پیش ہے:

> ” دائیں طرف ایک قدیم عمارت تھی۔ گیڈ و نے بتایا کہ یہ گرے گورین یونیورسٹی ہے۔ یہاں پادری بنائے جاتے تھے۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی درسگاہ ہے۔ سولہویں صدی میں اٹلی کے طلبا آتے اور ۷۰۰ پادری ایک ساتھ بنائے جاتے اس لیے روم پادریوں اور گرجاؤں کا شہر ہے۔ اس عالی شان عمارت کی بڑی اہمیت ہے۔ سیاح حیران ہو کر دیکھتے ہیں۔ ہم بھی اسے دیکھ گئے۔ یہاں سے اس فوارے کی طرف گئے جو دنیا کا ایک قابلِ دید مقام ہے۔ یہ ’ ٹریوی فوارہ ‘ کہلاتا ہے۔ اس کی تعمیر ۱۹ قبلِ مسیح میں ہوئی تا کہ اس میں پانی جمع ہو سکے۔ بعد کو اس میں اضافہ ہوا۔ ۱۷۳۵ء میں پوپ کلیمیٹ ۱۲

نے میلان سے ایک نوجوان نکولو سلوی کو بلایا اور حکم دیا کہ تعمیر میں وہ کمال دکھاؤ کہ لوگ ہر وقت یہاں آتے رہیں۔" ۶

قمر علی عباسی نے اٹلی کی تاریخی عمارتوں پر خوب قلم اٹھایا ہے۔ بعض جگہ وہ تاریخی حوالوں کا محض سرسری ذکر کرتے ہیں تو بعض جگہوں کی تفصیلات زیادہ اجاگر کرتے ہیں۔ اٹلی قدیم عمارتوں، مجسموں اور گرجوں کا گہوارہ ہے۔ قدم قدم پر مختلف شخصیات کے مجسمے اور میوزیم ہیں۔ انھوں نے میوزیم میں مصوری کے علاوہ اٹلی کے مشہور سٹیڈیم پر بھی تفصیلاً لکھا ہے۔ اس مشہور سٹیڈیم کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ یہ ۸۰ قبلِ مسیح میں بنایا گیا تھا اور رومن تہذیب کا سب سے بڑا کارنامہ تھا۔ اس کی تعمیر پر ۸ سال لگے تھے۔ یہ سٹیڈیم چار منزلہ ہے۔ اس میں بہ یک وقت ۵۰ ہزار تماشائی بیٹھ سکتے تھے۔ اس کے علاوہ سفر نامہ نگار نے سٹیڈیم میں ہر قسم کے کھیلوں کا ذکر بھی تفصیلاً کیا ہے۔ نیرو صاحب، ویٹی کن سٹی اور سینٹ پیٹر کے گرجے کے بارے میں ان کا یہ پیراگراف پیش ہے:

" نیرو وہی صاحب ہیں کہ جب روم جل رہا تھا، وہ بانسری بجا رہے تھے۔ اٹلی کے لوگ انھیں ناپسند کرتے ہیں۔ ظالم، جابر اور آمر کہتے ہیں۔ نیرو نے روم والوں کے ساتھ جو کیا اس میں سینکڑوں عیسائیوں کی موت بھی تھی۔ اس سانحے میں سینٹ پیٹر بھی شامل تھے۔ ان کے مدفون کی جگہ ایک عالی شان چرچ بنایا گیا۔ آٹھویں صدی میں اس علاقے کو ویٹی کن کا نام دیا گیا اور ۱۹۲۹ء میں اسے خود مختار ریاست تسلیم کر لیا گیا جس کا کل رقبہ آدھا اسکوائر کلومیٹر ہے۔ یہاں سینٹ پیٹر کے پوپ کی حکومت دنیا کی سب سے چھوٹی اور طاقتور ریاست ہے۔ سینٹ پیٹر ایک گرجا ہے۔۔۔۔۔۔ ہم ویٹی کن سٹی پہنچے تو سینٹ پیٹر چرچ نظر آیا۔ اس سے پہلے ایک بہت بڑا چوراہا تھا۔ اس کی دونوں طرف مضبوط سفید رنگ کے ۲۸۴ ستون بنے تھے جس کی ایک طرف سے اندر جانے کا راستہ تھا۔ سینکڑوں گاڑیاں اور ہزار سیاح یہاں موجود ہیں۔" ۷

ایک اور جگہ قمر علی عباسی اٹلی کے مشہور گرجے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اٹلی کے ایک رئیس کی اولاد نہیں تھی۔اس خاندان کی عورت نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مریمؑ ان کے گھر آئی تھیں اور آپؑ نے بچے کی نوید سنائی۔اسی طرح ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔اس بچے کے بدلے مذکورہ خاندان نے ایک چرچ بنایا جس کا نام حضرت مریمؑ چرچ رکھا۔یہ چرچ عیسائیت کے اولین طرزِ تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہے۔اس کا مینار ۷۵ میٹر بلند ہے۔اس چرچ ک محرابیں ۱۷۵۰ء میں تعمیر ہوئیں۔سفر نامے میں تفریحی مقامات اور تصویر کشی کے مناظر بھی نظر آتے ہیں۔سفر نامہ نگار نے اٹلی کی پوری تاریخی عمارتوں کا ذکر ضروری سمجھا ہے اس لیے اکثر جگہ اٹلی کی تاریخ کو اپنی صلاحیت اور قابلیت کے مطابق بیان کر کے ان تھک محنت کے بعد وہاں کی تاریخ کو ایک مربوط سفر نامہ میں جمع کیا ہے۔ان کی نظریں تاریخ پر زیادہ گہری رہتی ہیں۔ایک چرچ اور بیل ٹاور کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”یہ ایک پرانے چرچ کی چاروں طرف تعمیر ہوا جو ۱۲۹۴ء میں شروع ہوا اور ۱۳۷۵ء میں مکمل ہوا۔ایسا محسوس ہوتا ہے اٹلی میں لوگوں کو اور کوئی کام نہیں تھا بس چرچ بناتے رہتے تھے اور وہ بھی انتہائی سُستی سے۔
> گرجا کے برابر ایک بیل ٹاور ہے جسے جیاٹوز بیل ٹاور کہا جاتا ہے۔ایک خوب صورت ٹاور۔یہ پانچ منزلہ ہے جو ۱۳۳۴ء میں شروع ہوا اور حسبِ معمول تکمیل میں بڑا وقت لگا۔آخر یہ پروقار عمارت مکمل ہوئی جو سنگِ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔اس کی پانچ منزلیں ہیں اور طرزِ تعمیر میں بے انتہا نزاکت اور نفاست شامل ہے۔“ ۸

سفر نامہ ” ایک بار چلو وینس “ کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس میں اٹلی کے پورے گرجاگھروں اور ٹاورز کی تاریخ ملتی ہے۔اس حوالے سے قمر علی عباسی نے ذرہ برابر کنجوسی نہیں کی بلکہ قارئین کی معلومات میں اضافہ کرنے کے لیے تاریخی حوالوں کے ذکر میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔دنیا میں تین بڑے چرچ ہیں،ایک لندن،دوسرا اٹلی کا سینٹ پیٹر اور تیسرا مذکورہ چرچ۔یہ چرچ نیا ہے جو ۱۹۹۰ء میں بنایا گیا۔اس کا سامان اِدھر اُدھر سے لاکر یہاں جمع کر دیا گیا ہے۔اس چرچ کی سب سے خاص بات یہ تھی کہ اس میں مائیکل اینجیلو کی زندگی کا آخری مجسمہ بھی موجود ہے جو کہ نامکمل ہے۔اس

کے ساتھ ساتھ سفر نامہ نگار نے حضرت عیسیٰؑ کے بنائے گئے مجسمے کی تفصیل بھی قارئین کے سامنے پیش کی ہے۔ مذکورہ چرچ کے سامنے جو بیل ٹاور ہے، اس کی تفصیلات بھی اسی سفر نامے میں لفظ بہ لفظ موجود ہیں۔

قمر علی عباسی کا یہ سفر نامہ اٹلی کے مشہور مقامات، تاریخی شخصیات، قدیم گرجوں وغیرہ کی پوری تاریخ لیے ہوئے ہے۔ انھوں نے اپنے سلیس اور عام فہم انداز میں سفر نامے کو اختتام تک پہنچایا ہے۔ ان کے سفر ناموں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے سیدھے سادھے جملے طنز و مزاح سے بھرپور ہوتے ہیں جن سے قاری اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوتا۔ اسی انفرادیت کی بنا پر یہ سفر نامہ اٹلی کے بارے میں نہ صرف کافی معلومات افزا ہے۔ بلکہ اس میں ادبیت کی شان بھی پائی جاتی ہے۔

قمر علی عباسی کے سفر ناموں کا مطالعہ کرتے ہوئے قاری کو ان کے تاریخی شعور کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ دورانِ سفر جہاں کہیں بھی تاریخی عمارات پر نظر پڑی ہے تو ان کی تاریخی تفصیلات رقم کر دی ہیں۔ مختلف سلطنتوں کے سلاطین کا ذکر ہو، ان کی جنگوں کا تذکرہ ہو، وہاں کے عوام کے تاریخی واقعات کا بیان ہو، انھوں نے تفصیل کے ساتھ ان کا تاریخی پس منظر اور پیش منظر بیان کر کے رکھ دیا ہے۔ اُردو میں ایسے سفر ناموں کی کمی نہیں جن میں خوب صورت مقامات، فطری مناظر کی تصویر کشی کے علاوہ کچھ نہیں پایا جاتا لیکن قمر علی عباسی چونکہ گہرا تاریخی اور سماجی شعور رکھتے ہیں اس لیے ان کے سفر نامے تاریخ و سماج کے شعور کے حوالے سے اُردو میں الگ مقام کے حامل ہیں۔

حوالہ جات

۱. ڈاکٹر سید عبداللہ (پیش لفظ) سر زمین حافظ و خیام از مرزا مقبول بیگ بدخشانی، لاہور: غالب پبلشرز، ۱۹۷۹، ص ۸

۲. ظہیر احمد صدیقی (سخن چند) دیکھ لیا ایران از افضل علوی، لاہور: الحروف ۴۵ شاہراہ قائداعظم، ۱۹۵۲، ص د

۳. محمد ریاض عابد، پاکستانی اردو سفر نامے میں تاریخی شعور، پی ایچ ڈی تحقیقی مقالہ، ، غیر مطبوعہ، یونیورسٹی آف ایجوکیشن لوئر مال کیمپس لاہور، ۲۰۱۵ء تا ۲۰۱۹ء، ص ۱۷، ۱۸

۴. قمر علی عباسی، سفر نامہ، ایک بار چلو وینس (راز کی بات)، کراچی: فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۱۹۹۵، ص ۹

۵. قمر علی عباسی، سفر نامہ، ایک بار چلو وینس، ص ۸۰، ۸۱

۶. قمر علی عباسی، سفر نامہ، ایک بار چلو وینس، ص ۶۸
۷. ایضاً، ص ۸۵،۸۶
۸. ایضاً، ص ۱۴۷